بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

تصریحات

روزنامہ جنگ ۲۷؍ جنوری ۱۹۸۴ء کے صفحۂ اول پر چوکٹھے میں درج شدہ ایک انتہائی نمایاں عبارت ہمارے پیشِ نظر ہے، جس کی چار جلی سرخیاں ہیں ــــــ ان میں سے دو مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ ”علامہ اقبال اور قائدِاعظم نے قانون سازی کے متعلق کتاب وسنت کا نام نہیں لیا!“

۲۔ مولانا مودودی نے بھی آخرکار تسلیم کر لیا کہ کتاب وسنت کی رُو سے کوئی متفق علیہ ضابطہ مرتب نہیں کیا جا سکتا ــــــ غلام احمد پرویز!“

یہ کوئی انٹرویو نہیں، نہ یہ ”حضرت مولانا غلام احمد صاحب پرویز“ کا کوئی اخباری بیان ہے اور نہ ہی کوئی گرما گرم چٹپٹی خبر ــــــ اس کے باوجود اگر اسے اس انداز سے اخبار کے صفحۂ اول پر شائع کیا گیا ہے تو ظاہر ہے، یہ ایک بے تکی سی بات ہے ــــــ ہاں اگر آپ مسٹر پرویز کے رسالہ ”طلوعِ اسلام“، شمارہ جنوری ۸۴ء کے باب المراسلات صفحہ ۴، ۵، ۶ کا مطالعہ فرمائیں تو آپ پر یہ عقدہ کھلے گا کہ نامہ نگار نے اس کی چیدہ چیدہ عبارتیں جمع کیں، بڑے اہتمام سے ان پر سرخیاں جمائیں اور پھر انہیں اخبار مذکور میں شائع کر دیا ــــــ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ علامہ اقبال اور قائداعظم نے قانون سازی کے متعلق کتاب وسنت کا نام لیا تھا یا نہیں، اور مولانا مودودی نے آخرکار کیا بات تسلیم کر لی تھی؟ ــــــ ہمیں تو اس بات سے مطلب ہے کہ مذکورہ عبارت سے انکارِ حدیث کا سخت تعفن اور سڑاند اٹھ رہی ہے، جس نے فضا کو اتنا مکدر کر دیا ہے کہ ”طلوعِ اسلام“ سے بڑھ کر اس غلاظت نے اب پاکستان کے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، اور جس سے لاکھوں قارئین کے ذہن مسموم ہونے کا خدشہ ہے!

"طلوعِ اسلام" کے صفحہ ۵ کی ایک عبارت جو یہاں نقل کی گئی ہے، اس پر "طلوعِ اسلام" نے سرخی جمائی ہے :

"صرف کتاب اللہ"!

پھر اس کے تحت لکھا ہے :

"انہوں نے (علامہ اقبال اور قائداعظم نے) قانون سازی کے سلسلہ میں "کتاب و سنّت" کہیں نہیں کہا، صرف کتاب اللہ کہا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ کتاب و سنّت کی رُو سے کوئی ایسا ضابطہ قوانین مرتب نہیں ہو سکتا، جسے تمام فرقوں کے مسلمان اسلامی تسلیم کرلیں!"

لیکن "طلوعِ اسلام" کی اسی اشاعت کے صفحہ ۵۴ پر ایک عبارت یوں درج ہے :

"صدر ایوب اور محترمہ موصوفہ (مس فاطمہ جناح) دونوں مرحوم ہو چکے ہیں۔ انتخاب کا قصّہ بھی داستانِ پارینہ بن چکا ہے۔ ان کی خوبیاں اور خامیاں بھی ان کے ساتھ گئیں۔ اس لیے اب ان کے تذکرہ کی کوئی ضرورت نہیں!"

کیا مسٹر پرویز اپنے اس بیان کردہ اصول کو قائداعظم، علامہ اقبال اور مولانا مودودی کے سلسلہ میں بھی قبول فرمائیں گے ؟ کہ یہ سب حضرات مرحوم ہو چکے، ان کی خوبیاں اور خامیاں بھی ان کے ساتھ گئیں۔ اس لیے اب ان کے تذکرہ کی کوئی ضرورت نہیں —— سچ ہے :

"دروغ گو را حافظہ نباشد!"

"طلوعِ اسلام" کے ایک ہی شمارہ میں یہ واضح تضاد، چودھویں اور پندرھویں صدی کے اس "مفسّر" قرآن کا حصّہ ہے، جس نے کتاب و سنّت میں مغایرت کا حربہ آزماتے ہوئے سنّتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عوام الناس کو دُور کرنے کی خاطر صفحہ ۵ پر تو "گڑے مُردے اکھاڑنے" سے بھی دریغ نہیں کیا —— لیکن صفحہ ۵۴ پر خود ہی یہ فرمایا ہے کہ جو حضرات مرحوم ہو چکے، ان کے تذکرہ کی اب کوئی ضرورت نہیں!

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حالات کی اس نہج پر ہم "طلوعِ اسلام" شمارہ جنوری ۱۹۸۴ء ہی کے صفحہ ۲۴ پر درج شدہ ایک شعر یہاں نقل کردیں ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی ۱۲ اگست کی نشری تقریر میں فرمایا تھا:

"مسلمان اپنی حکومتوں میں کسی دستور اور قانون کو خود مرتب کرنے کا حق نہیں رکھتے، ان کا دستور مرتب ومتعین ان کے ہاتھوں میں موجود ہے ـــــ اور وہ ہے قرآنِ مجید!"

ملک کی انتہائی ذمہ دار شخصیت کی تقریر کے متن کا یہ وہ حصہ ہے جسے انہوں نے نواب بہادر یار جنگ اور قائد اعظم کی تقریر کے حوالہ سے ذکر کیا تھا، اور جسے غلط سمجھنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ـــ لہٰذا اگر قائدِ اعظم قرآنِ مجید کے ہوتے ہوئے کسی دستور کے خود مرتب کرنے کے قائل ہی نہ تھے، بلکہ وہ قرآنِ مجید کو اپنا مرتب ومتعین دستور قرار دیتے تھے. تو قانون سازی کے سلسلہ میں انہیں سنّت چھوڑ، کتاب اللہ کا نام لینے کی بھی ضرورت تھی؟ اور اس سے مسٹر پرویز کا مزعومہ مقصد کہاں تک پورا ہوا؟ ـــــ کیا اس کا صحیح مطلب یہ نہیں کہ مسٹر پرویز کے یہ الفاظ امتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کی ایک ناپاک جسارت ... میں علامہ اقبال اور قائد اعظم کی مقبولیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ... کی ایک انتہائی گھٹیا کوشش ہے؟

مسٹر پرویز نے "طلوعِ اسلام" کے ان صفحات میں جو دعویٰ کیا ہے وہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے، اور جو ثبوت سے یکسر عاری ہے۔ لیکن ہم نے اوپر جو کچھ لکھا ہے. اس کا ثبوت آج بھی روزنامہ جنگ کے متعلقہ شمارہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اور عوام کے ذہنوں میں بھی یہ الفاظ آج تک محفوظ ہوں گے ـــــ اب اگر مسٹر پرویز یہ دعویٰ کریں کہ قائد اعظم نے اس کے برعکس بھی کبھی کچھ کہا تھا، تو اولاً تو اس کا ثبوت مہیا ہونا چاہیے، پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ آیا اس سے بھی سنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض و عداوت کا زہر اسی طرح ٹپک رہا ہے جو کہ مسٹر پرویز کی اس عبارت سے عیاں ہے:

"ا۔ حاکمیت بلا شرکتِ غیرے اللہ تعالیٰ کی ہے اور مقتدرِ اعلیٰ شریعت ہے۔

ب۔ شریعت کتاب وسنّت سے عبارت ہے اور قانون سازی اور طرزِ حکمرانی کا ماخذ ہے!

ـــــ ذرا غور کیجئے، یہ فارمولا کیا بنا؟ کہ مقتدرِ اعلیٰ شریعت ہے اور شریعت عبارت ہے کتاب وسنّت سے ـــــ اس کے بعد مرتب کرائیے ایک

متفق علیہ ضابطہ قوانین اس فارمولے کی رُو سے، جس کے عملی مفہوم پر بھی کسی کا اتفاق نہیں ہو گا!" ("طلوع اسلام" شمارہ مذکور صفحہ ۶)

—— اور اگر مسٹر پرویز، قائدِ اعظم کی کسی تحریر و تقریر سے کتاب و سنّت کے سلسلہ میں اس بغض و عناد اور طنز و تعریض کی نشاندہی سے قاصر رہتے ہیں، اور وہ ان کا کوئی ایسا فرمودہ نقل کرتے ہیں جو (صدرِ مملکت کے حوالہ سے) ہمارے مذکورہ بالا اقتباس کے محض برعکس ہو، تو یہ بھی مسٹر پرویز کی قائدِ اعظم کو مطعون کرنے کی ایک کوشش ہی شمار ہو گی کہ کبھی وہ کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ! —— پھر اگر مسٹر پرویز، قائدِ اعظم کو "مرکزِ ملت" بھی قرار دے چکے ہوں، جس سے ان کی مراد خدا اور رسول ہے، تو ان کے اس "مرکزِ ملت" یعنی ان کے خدا اور رسول کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں کیا رائے قائم ہو گی؟ —— بقیہ جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہم نہ انہیں خدا سمجھتے ہیں اور نہ خدا کا رسول —— پس مسٹر پرویز کی عافیت اسی شارٹ کٹ (SHORT CUT) اختیار کرنے میں ہے کہ:

"(یہ حضرات) مرحوم ہو چکے، ان کی خوبیاں اور خامیاں بھی ان کے ساتھ گئیں، اس لیے ان کے تذکرہ کی اب کوئی ضرورت نہیں!" —— **یعنی**:

مسٹر پرویز کو ان کا نام استعمال کر کے لوگوں کو دھوکا دینے کی یہ مذموم کوششیں ترک کر دینی چاہئیں!

ہاں آپ اپنی کہیے مسٹر پرویز، کہ خود آپ کی نظروں میں "کتاب اللہ" کی اہمیت کیا ہے؟ آپ نے "طلوع اسلام" اگست ۸۳ء ص ۶ پر تحریر فرمایا ہے کہ:

"دین میں مملکت، قرآنِ کریم کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے، امت کے مشورہ سے جزئی قوانین خود مرتب کرتی ہے، انہی کو قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے شریعت کا حکم معلوم کرنے کی نہ ضرورت پیش آتی ہے نہ کسی کی احتیاج ہوتی ہے۔ یہ وجہ ہے جو دین کی حکومت میں مذہبی پیشوائیت کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ لیکن مذہب میں، مملکت کو مذہبی پیشوائیت سے پوچھنا پڑتا ہے کہ معاملہ زیرِ نظر میں شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟"

مسٹر پرویز اپنے اس "ارشادِ عالیہ" کو بغور پڑھیں —— اگر آپ قرآن مجید کو شریعت

تسلیم کرتے تو آپ کو یہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ " اسی لیے اسے شریعت کا حکم معلوم کرنے کی نہ ضرورت پیش آتی ہے نہ کسی کی احتیاج ہوتی ہے" ـــــ اور چونکہ آپ کو شریعت کا حکم معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں، لہٰذا آپ "صرف کتاب اللہ" کو ماخذ شریعت بھی تسلیم نہیں کرتے ـــــ پھر آپ کے یہ الفاظ (قرآن کریم کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے) محض تبرکاً (اور ہمارے نزدیک فریب دہی) نہیں تو اور کیا ہے؟ ـــــ اب اگر لگے ہاتھوں آپ کا یہ دعویٰ تسلیم کر ہی لیا جائے کہ "قائداعظم اور علامہ اقبال نے قانون سازی کے سلسلہ میں "کتاب و سنت،، کہیں نہیں کہا، " صرف کتاب اللہ" کہا ہے، تو آپ نے ان کی اس بات کو اپنی تائید میں کیوں کر شمار کر لیا ہے؟ ـــــ وہ تو آپ کے بقول قانون سازی کے سلسلہ میں کتاب اللہ کا نام لیتے تھے، لیکن آپ کے دین کو شریعت سے، اور آپ کی شریعت کو کتاب اللہ سے کوئی سروکار ہی نہیں!

یخادعون اللہ والذین آمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون!

علاوہ ازیں "طلوع اسلام" شمارہ ستمبر ۸۳ء کے صفحہ ۸ پر آپ نے لکھا ہے کہ:

"قرآن کریم اسلامی مملکت کی جزئیات بھی خود متعین نہیں کرتا!"

اب آپ اپنے طلوع اسلام (اگست ۸۳ء اور ستمبر ۸۳ء) کے ان ہر دو اقتباسات کو ملا کر پڑھیے، بات کیا ہوئی؟ ـــــ یا آپ کے اپنے الفاظ ہیں:

"ذرا غور کیجئے، یہ فارمولا کیا بنا؟ ـــــ یہی ناکہ:

وہ جزئی قوانین جو مملکت مرتب کرتی ہے، انہیں قوانین شریعت کہا جاتا ہے ـــــ اور یہ جزئیات (جو شریعت ہیں) قرآن کریم خود متعین ہی نہیں کرتا ـــــ اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ کی طرف سے "صرف کتاب اللہ" پر اصرار بھی جاری ہے ـــــ مسٹر پرویز، اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو یہاں ہم آپ کے اپنے ہی کچھ الفاظ کا اضافہ کر دیں، تھوڑے سے اختلاف الفاظ سے معذرت کے ساتھ کہ:

"اس کے بعد مرتب کرا ہے ایک متفق علیہ ضابطہ قوانین اس فارمولے کی رو سے جس کے عملی مفہوم سے خود آپ کو بھی نہ جائے ماندن ہے نہ پائے رفتن!"

ـــــ ہمیں تعجب تو اس بات پر ہے کہ آپ کتاب اللہ کا نام کس منہ سے لیتے ہیں؟

——— آپ کو معلوم ہے کہ مولانا مودودی قبر میں گہری نیند سو چکے ، وہ آپ کی ہرزہ سرائیوں کا اب جواب نہیں دے سکتے ، اسی لیے طلوعِ اسلام کے ہر شمارہ میں رہ رہ کر ان پر حملہ آور ہوتے ہیں ——— ہم جو آپ کو اس سے قبل بھی مخاطب کر چکے ہیں آپ ہماری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے سے

بلاتی ہیں موجیں کہ طوفاں میں اترو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

——— اور اگر آپ میں اتنی سکت نہیں ہے ، تو اس بیچاری امت کے حال پر ہی رحم فرما دیجئے ، اسے دھوکا نہ دیجئے ، جس کے بارے میں آپ نے اپنے "طلوعِ اسلام" جنوری ۸۴ ہی کے سرورق پر ارشاد فرمایا ہے : .

" قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی !"

سچ ہے ، جس امت کو آپ ایسے رہزنِ دین و ایمان مل جائیں ، اس کے قبضے میں باقی رہ بھی کیا جائے گا ؟ ——— پہلے آپ صرف "طلوعِ اسلام" کے ذریعہ سنتِ رسول اللہ پر حملہ آور ہوتے تھے ، اب آپ نے روزنامہ جنگ کو بھی اپنی کمین گاہ کے بطور استعمال کرنا شروع کر دیا ہے ——— آہ واقعی بیچاری اُمت !

ہم صدرِ مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے اس نعرہ کہ :

"پاکستان کا مطلب کیا ؟ لا الہ الا اللہ !"

کی تبدیلی کے لیے :

"پاکستان کا مطلب کیا ؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ !"

کی تجویز پیش فرمائی ہے ، تو سنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف طعن دراز کرنے والی اس زبان کو خاموش کیا جائے ، ورنہ واقعی اس بیچاری امت کے پاس نہ دین باقی رہے گا ، نہ دنیا ! ——— اور جس کے ذمہ دار خود آپ بھی ہوں گے !

——— ہاں اگر آپ نے اس کا فوری نوٹس لیا تو نہ صرف اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجرِ جزیل عطا فرمائیں گے بلکہ امت کے ساتھ ساتھ اس دشمن سنتِ رسول اللہ کے بھی محسنوں میں شمار ہوں گے ، کیوں کہ ارشادِ ربانی ہے :

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا !"

"اور جس نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخالفت کی ٹھانی ، نیز مؤمنین کی راہ چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرلی ـــــ تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف اس نے منہ اٹھالیا ہے ـــــ اور (صرف یہی نہیں بلکہ) ہم اسے جہنم واصل بھی کریں گے جس سے برا اور کوئی ٹھکانا نہیں !" ـــــ اعاذنا اللہ منہ !

ـــــ وما علینا الا البلاغ !

(اکرام اللہ ساجد)